

مغرب کا لباس ہے۔ آپ تو بے شک اسے اس طرح استعمال کریں گی جو ساتہ ہوگی، لیکن اپنی اصل کے اعتبار سے تو یہ ساتہ نہیں ہے بلکہ اصل میں یہ مغربی لباس کی نقلی ہے۔ اس کے بجائے آپ اسلامیت اور پاکستانیت کو پھیلائیں، پاک و ہند کے دینی گھرانوں کو پیش نظر رکھیں۔ آپ پاکستان اور عالم اسلام کی صالحات کی پیروی کریں۔ اس سے دینی اور اسلامی ذہنیت نشوونما پائے گی، آخرت کی فکر پیدا ہوگی اور نیک خواتین کی طرح آپ میں بھی نیکی کا جذبہ پیدا ہوگا۔

نیک لوگوں کا لباس نیکی اور برے لوگوں کا لباس برائی کی ذہنیت پیدا کرتا ہے۔ انسان کا لباس، انسان کی صحبت تو آدمی پر اثر انداز ہوتی ہی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں کی صحبت سے بھی وہی اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو جانوروں میں پائے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بکریوں والوں میں مسکنت اور تواضع پائی جاتی ہے اور فخر و غرور اونٹوں کی دموں کو پکڑ کر چلنے والوں میں پایا جاتا ہے۔ لباس دراصل ذہنی طور پر اہل لباس کی صحبت ہے اور اس پر وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو صحبت پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے ہماری طرف سے آپ کی کزن سے گزارش ہوگی کہ وہ جینز کے استعمال کو ترک کر دیں۔ اس پر ان کو ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

آپ کی کزن نے ایران، سعودی عرب اور پاکستان کے جن اونچے گھرانوں کی خواتین کا حوالہ دیا ہے کہ وہ بھی پینٹ پہنتی ہیں، تو اس بارے میں عرض ہے کہ یہ وہ خواتین ہیں جو مغربی تہذیب کی نقلی کرتی ہیں اس لیے آپ ان سے کہہ دیجیے کہ ان کی نقلی کو چھوڑ دیجیے۔ ان کے بجائے دنیا کے اسلامی گھرانوں کی خواتین کو اپنے لیے نمونہ بنائیں جو مغربی تہذیب سے متاثر اور اس کی دلدادہ نہیں۔ وہ مغربی تہذیب کو باعث عزت و فخر سمجھنے کے بجائے اسلامی تہذیب و روایات کی قدر کرتی ہیں اور اس میں شرف و وقار سمجھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق سے نوازے۔ (مولانا عبدالمالک)

امت کی بے حسی

ایک وقت امت مسلمہ پر ایسا تھا کہ وہ اپنی ہی کی نہیں بلکہ اگر کسی غیر مسلم ملک میں کسی غیر مسلم نے بھی ان کو مدد کے لیے پکارا اور کہیں پر ظلم ہوا تو مسلمان مظلوموں کی امداد و نجات کے لیے پہنچ جاتے تھے۔ آج معاملہ برعکس ہے۔ امت مسلمہ پر جگہ جگہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں لیکن پوری امت خاموش نظر آتی ہے۔

اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے جس بنیادی مرض complacency 'لا تعلقی' اپنی ذات میں گم ہو جانا، ارد گرد کے مسائل سے اپنے آپ کو لاعلم کر لینے کی طرف متوجہ کیا ہے، وہ دور جدید کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ آپ کا مشاہدہ کسی

حد تک درست ہے کہ آج بہت سے مسائل و معاملات میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم دلچسپی اور رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ اس مسئلے کے تین بنیادی پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے رکھ دیا جائے۔

پہلی بات یہ کہ کیا حقیقت واقعہ کے طور پر یہ کہنا درست ہے کہ امت مسلمہ مظلوموں کی پکار پر لبیک کہنے میں دوسروں سے پیچھے ہے حتیٰ کہ جب خود مسلمان ظلم کا نشانہ بنتے ہیں تب بھی امت مسلمہ خاموش رہتی ہے؟ میرے خیال میں ابھی تک امت مسلمہ بحیثیت امت کے اتنی مردہ نہیں ہوئی ہے، ہاں جو حضرات امت مسلمہ پر سوار ہو کر بیٹھ گئے ہیں، ان کے مردہ ہونے کے بارے میں شاید ہی دو آرا پائی جائیں۔ آج بھی اگر کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چینیا، برا، جنوبی فلپائن، آذربائیجان غرض کسی مقام پر امت مسلمہ کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو امت مسلمہ چاہے، وہ امریکہ میں ہو، پاکستان میں ہو، مشرق وسطیٰ میں ہو، مسلمانوں پر ظلم کے خلاف آواز اٹھاتی ہے۔ ہمارا ماضی کا نہیں آج کا مشاہدہ ہے کہ جمہور افغانستان میں امریکہ، شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ، پاکستان ہر ہر مقام سے نوجوانوں نے، جو امت مسلمہ کے صحیح نمائندے کہے جاسکتے ہیں، اپنے بھائیوں، بہنوں، بیٹیوں اور ماؤں کی پکار پر ظالم کے خلاف جمہور میں حصہ لیا اور اپنی حکومتوں کی خاموشی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ گویا امت مسلمہ کی مٹی تھوڑی نہیں اچھی خاصی نم ہے اور ہمارا یہ سمجھنا درست نہیں کہ امت مسلمہ مردہ ہو چکی ہے۔

یہ درست ہے کہ امت کا ایک طبقہ جو اتفاق سے صاحب اقتدار بھی ہے، ذہنی اور بلوی طور پر مغرب کے آقاؤں کا اتنا غلام بن چکا ہے کہ جب تک انھیں اپنے اپنے ان آقاؤں کی طرف سے سرکاری زبان میں ”این او سی“ نہیں مل جاتا، وہ امت کے کسی مسئلے پر زبان تک ہلانا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس طبقے کی کوشش ہمیشہ یہی رہی ہے اور رہے گی کہ وہ امت مسلمہ کے مسائل کو مغرب کی نگاہ سے دیکھے اور مغرب کے تجزیے اور ترجیح کو اپنے فیصلوں اور حکمت عملی کی بنیاد بنائے۔

اس قسم کے افراد یہ بھی چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ آج کی لہو الجھٹ میں ایسی الجھ جائے کہ اس کا کام صرف ریڈیو اور ٹی وی دیکھنا اور ابلاغ عامہ کے ذرائع میں سے صرف ڈش کو اپنا قبلہ بنا لینا ہو۔ یہ افراد عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا میں صرف اسی سیر و تفریح کے لیے آئے ہیں، باقی تمام کام، مسائل کا حل کرنا، یو این لو اور او آئی سی جیسی کٹھنڈی تنظیموں کا کام ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ بعض اوقات چند اسلامی ممالک کی طرف بھی رہنمائی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ ممالک ان کی طرف سے مسائل کو حل کرا دیں اور بغیر کسی قربانی، محنت، اور تکلیف کے ان کے سارے مسائل و مشکلات حل ہو جائیں۔ شاید ایسے ہی افراد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دن میں خواب دیکھتے ہیں۔

دوسری بات جو اس سے زیادہ سنگین اور میری نگاہ میں زیادہ توجہ طلب ہے، وہ نفسیات ہے جو امت کے بعض حضرات نے اپنے اوپر مسلط کر لی ہے، یعنی چاہے مسئلہ مسلمانوں پر ظلم کا ہو یا غیر مسلموں پر، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر معاملے میں ڈور ہلانے والے بعض مخصوص ممالک ہیں۔ کسی مسئلے کا حل ان کی شراکت اور ان کی منظوری کے بغیر نہیں ہو گا۔ اس لیے امت مسلمہ کے مسائل و مفادات کا تحفظ بھی وہی ممالک کر سکیں گے۔ زیادہ واضح طور پر، ان کی نگاہ میں امریکہ کو آلودہ کیے بغیر نہ مسئلہ کشمیر طے ہو سکتا ہے نہ کسی مسلمان ملک میں اس کی اپنی پارلیمنٹ اور اس کے اپنے عوام اپنے وزیر اعظم کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کی مرضی کے بغیر وزرائے اعظم، سربراہان فوج، غرض کسی بھی ذمہ دار کا انتخاب یا تقرر نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک انتہائی حساس نفسیاتی مرض ہے جس میں ایک مریض مکمل طور پر اپنی قوت کارکردگی کو کسی بیرونی اور موہوم ہستی کے تابع کر دیتا ہے اور اپنی تمام کمزوری، نااہلی، سستی، لاپرواہی اور عدم صلاحیت کو دوسرے کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے۔ یہ ایک فرار کی شکل بھی ہے کہ اپنی عدم کارکردگی کو دوسرے کی سازش اور چال کے پردے میں چھپا لیا جائے۔ اس مرض کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ نقادانہ معروضیت کے ساتھ لیا جانا چاہیے تاکہ امت مسلمہ کے اس حصے کو اس مرض سے نکالا جاسکے جو کم ہونے کے باوجود ہمارے لیے اہمیت رکھتا ہے۔

تیسری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ مسلمانوں کو جس بنا پر امت کہا گیا، قرار دیا گیا، وہ ان کا نسب، خون، رنگ، زبان یا علاقائی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف اور صرف ایک بنیاد ہے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ قرآن پاک نے معروف کی اصطلاح کو اس حق، عدل، صدق اور بر کے لیے استعمال کیا ہے جو مطلق ہو اور اضائی نہ ہو۔ ایسے ہی منکر کی اصطلاح کو ضلالہ، ظلم، کفر، فحش، کذب وغیرہ کے لیے استعمال کیا ہے اور یہ بھی مطلق معنی میں ہے۔ گویا یہ افراد کے تعلق سے تبدیل نہیں ہوتے۔ ظلم ایک مسلمان پر ہو رہا ہو یا ایک غیر مسلم پر، وہ ظلم ہی رہتا ہے اور جس طرح امت مسلمہ کی ذمہ داری ایک جسد واحد ہونے کی بنا پر اپنے مسلمان بھائی کو ظلم سے نجات دلانا ہے (انصر اخاکم ظالماً او مظلوماً) ایسے ہی امت مسلمہ کی ذمہ داری ایک غیر مسلم کو بھی ظلم سے نجات دلانے کی ہے۔ اِعْدِلُوا هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ کی شان نزول میں یہ ہے کہ مشرک اور کافر کے معاملے میں بھی شہادت حق دی جائے۔ یہ اضائی معاملہ نہیں ہے بلکہ مطلق معاملہ ہے۔ گویا امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ جہاں کہیں بھی ظلم ہو رہا ہو، وہ اس پر ایک واضح موقف اختیار کرے جو مدائنت پر نہیں، حق پر مبنی ہو۔ یہاں یہ بات بھی واضح طور پر سمجھ لیں کہ خود یہ طرز عمل بھی کافی نہیں ہے کہ امت کے تمام مسائل کے حل کرنے کی ذمہ داری ان برسر اقتدار افراد پر ڈال دی جائے جو خود امت کے نمائندے نہیں کہے جاسکتے۔ مسائل کا حل، مسلمانوں کی امداد، مظلوموں کو ظلم سے نجات دلانا،

محض حکومتوں کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس میں امت مسلمہ کا ہر فرد اور بالخصوص تحریکات اصلاح کی بڑی مسؤلیت اور جواب دہی ہے۔ ہم اتنے کمزور اور بے بس بھی نہیں ہیں جتنا ہم نے اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر بنا لیا ہے۔ میں امت مسلمہ کی طرف سے بہت زیادہ پر امید ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس میں آج بھی وہ صلاحیت ہے کہ عالمی طور پر اپنے اصلاحی کردار کو ادا کر سکے اور تاریخ دانی سے آگے نکل کر تاریخ سازی کا کام سرانجام دے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

دعوتِ کام کرنے والے کارکنوں کے لیے خوبصورت تحفہ



شعورِ حیات

موزن انداز تحفہ شیر — تربیت اور تزکیہ کے لیے انتہائی مفید

● نئے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ ● کمپیوٹرائزڈ کتابت

جلد اول، 39 روپے جلد دوم، 39 روپے

البدروپبلی کیشنز، 23 - راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 54000